Research Journal
Tahqeeqat
جلد:4، شمارہ:2، 2025ء
eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334
ریسرچ جرنل
تحقیقات

کلاسیکی اُردو غزل میں جواہرات کا تذکرہ

Poetic Reference to jewels in Classical Urdu Ghazal

Sumaira Nazeer
PhD Scholar Department of Urdu,
Government College University, Faisalabad
Dr. Saeed Ahamd
Associate Pofessor, Department of Urdu,
Government College University, Faisalabad

سمیرا نذیر
پی ایچ-ڈی اسکالر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر سعید احمد
ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract
The aesthetic system of classical Urdu ghazal is a creative world where beauty, love, emotion, and spirituality are expressed through words, metaphors, and symbols. In this system, jewels are not merely regarded as precious stones, but are used as metaphors for beauty, dignity, narcissism, and at times even spiritual elevation. Classical poets such as Wali, Mir, Ghalib, Aatish, Nasikh, Sauda, Shefta, and Hali have artistically used gems like ruby (yaqoot), emerald (zumurrud), sapphire (neelam), diamond (almaas), pearl (gohar), garnet (la'l), agate ('aqeeq), and coral (marjaan) to describe the beloved's physical features, clothing, ornaments, and even emotional intensity. In ghazals, these jewels often appear in expressions like lab-e-la'līn (ruby-like lips), dandan-e-gohar (pearly teeth), rukh-e-taabaan (radiant face), and zulf-e-mushkin (fragrant hair), which elevate the beloved's beauty to an eternal and transcendent level. Ruby often symbolizes the beloved's red lips, while pearl is used for pearly white teeth or the radiance of the eyes. These symbols not only grant the beloved a divine aura, but also reveal the poet's imagination, linguistic finesse, and deep cultural consciousness.

Keywords: *Aesthetic system, Classical Urdu Ghazal, Beauty, Love, Emotion, Spirituality, Metaphor, Symbolism*

کلیدی الفاظ: کلاسیکی اُردو غزل، حُسن، محبت، جذبہ، روحانیت، استعارہ، علامت

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق سے پہلے کائنات کو پیدا فرمایا اور اس میں حیوانات، نباتات اور جمادات کے ذریعے حسن و رنگینی پیدا کی۔ زمین پر درخت، پہاڑ، دریا اور سمندر موجود ہیں جبکہ اس کے اندر سونا، چاندی، گیس، تیل، کوئلہ اور قیمتی پتھروں جیسے معدنی ذخائر پائے جاتے ہیں۔ یہ معدنیات قدیم زمانے سے نکالی اور استعمال کی جا رہی ہیں۔ قیمتی پتھروں کو زیبائش، نمود و نمائش، خوش قسمتی اور بعض بیماریوں سے نجات کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ جوہر یا جواہر کے معانی قیمتی پتھر کے ہیں۔ ویکیپیڈیا کے مطابق اس کے معنی درج ذیل ہیں:

> "سنگ جوہر، نگینہ یا سادہ الفاظ میں قیمتی پتھر جس کو انگریزی میں Gemstone کہتے ہیں۔ بنیادی طور پر ایک معدن (Mineral) یا چٹان (صخرہ/Rock) ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر لاجورد، لعل، یاقوتِ ارغوانی وغیرہ۔ اس کی جمع جواہرات ہے۔"(۱)

جواہر سے وہ بیش قیمت پتھر مراد ہیں جو عام پتھروں سے افضل ہوں اور سختی، چمک دمک، رنگ ڈھنگ کے باعث دل پسند اور قیمتی ہوں۔

OPEN ACCESS HEC DRJI ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE اشاریہ اردو جرائد EuroPub

علم الجواہر وہ علم ہے جس کے ذریعے جواہرات کی خصوصیات، اقسام، قیمت اور پیداوار کا پتا چلایا جاتا ہے۔ قیمتی اور نیم قیمتی پتھر قدیم زمانے سے انسان کو متاثر کرتے آئے ہیں، جنھیں لوگ اپنی سماجی حیثیت کے اظہار کے لیے بھی استعمال کرتے رہے ہیں۔ انیسویں صدی میں اہرامِ مصر کی کھدائی کا مقصد بھی ان جواہرات کی تلاش تھا، کیونکہ مصری بادشاہ اپنی قبروں میں قیمتی پتھر دفن کرواتے تھے، جنھیں بعد میں محققین نے دریافت کیا۔ الیاس عادل نے اپنی معروف کتاب "پتھر شناسی المعروف آئینہ جواہر" میں چند جواہرات کی فہرست بتائی ہے۔ ویسے تو بہت سی اقسام کے جواہرات پائے جاتے ہیں۔ جن میں سے کچھ کے نام درج ذیل ہیں:

گارنیٹ	نیلم
ترملین	فیروزہ
پکھراج	جالب النوم
ایکومرین	ہیرا
لعل	عقیق
لاجورد	سنگِ مرمر
لہسنیا	مرجان سرخ
زمرد	بلور
زرقون	حجرالاسود
حجرالقمر	دھانہ فرنگ
اوپل	روپ مکھی
رداکھ	دوپاڑہ
بلڈ اسٹون	یاقوت
حجرعقابی	امبر
حجرالنسیم	امیزونائٹ
حجرالشمس	اچروائٹ
حجرالعفر	روبی
حجرالحمر	سرڈ
موتی	طافی
اسکندریت	امئیرین
اندلسائیٹ	Apatite
ایکوایمرین	ایوینورین
بیرل	برازیلی

کیئر نگرم	کانیلئن
کریسولائیٹ	ڈیمانٹائیڈ گازیٹ
جیڈ	جیپر
کنزائیٹ	دودیا
سورج کا پتھر	شورل (۲)

کلاسیکی اردو غزل میں جواہرات کا تذکرہ

نگینے نہ صرف خود خوبصورت ہوتے ہیں بلکہ خوبصورتی کی علامت کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں۔ کلاسیکی اردو غزل میں جواہرات کا ذکر عام ہے، کیونکہ غزل محبوب کی باتوں کا اظہار ہے اور محبوب کو خوبصورت استعاروں سے بیان کیا جاتا ہے۔ ولی، میر، غالب، آتش، ناسخ اور سودا جیسے شعرا نے جواہرات کو محبوب کے جسم کے مختلف حصوں سے تشبیہ دی، جیسے یاقوت کو دانتوں، لعل کو ہونٹوں اور ہیرے کو چہرے سے۔

ولی دکنی

ولی دکنی اردو شاعری کے ایک عظیم ترین شاعر ہیں۔ ولی دکنی کو جمالیات کا شاعر کہا جاتا ہے۔ اس لیے ولی کی شاعری میں عشق و حسن کا ذکر بڑی فراخدلی سے ملتا ہے۔ ان کی شاعری میں خوبصورت نگینوں لعل و یاقوت، موتی، گوہر اور عقیق وغیرہ کا تذکرہ عام ملتا ہے۔ لعل و یاقوت کے بارے میں ولی کا شعر ہے:

صنم کے لعل پر وقت تکلم
رگِ یاقوت ہے موجِ تبسم (۳)

اس خوبصورت شعر میں ولی بیک وقت محبوب کے ہونٹوں کو لعل اور یاقوت کہتے ہیں۔ ولی کہتے ہیں میرے محبوب کے لعل یعنی ہونٹوں پر کلام کرتے وقت یا بولتے وقت رگِ یاقوت یعنی یاقوت کا پتھر یا ریشے ان ہونٹوں پر بیٹھ کر مسکراتے ہیں۔ یعنی لعل جیسے ہونٹوں پر رگِ یاقوت بیٹھ کر مسکراتی ہے یا اپنا نظارہ دیتی ہے:

تجھ زلف کے بیتاب کوں مشکِ ختن سوں کیا غرض
تجھ لعل کے مشتاق کوں کانِ یمن سے کیا غرض (۴)

اس خوبصورت شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ میرے دل میں صرف تیری زلفوں کے کھیلنے اور سونگھنے کی طلب ہے۔ مجھے مشک ختن سے کیا غرض کہ تری زلفیں تمام تر خوشبویات سے ویسے ہی اعلیٰ تر ہیں۔ دوسرے مصرعے میں ولی لکھتے ہیں کہ میں صرف تیرے لعل جیسے لبوں کو چاہنے والا ہوں میرے دل میں صرف ان لبوں کی چاہت ہے۔ یمن میں موجود عقیق کی کان سب سے مشہور کان ہے۔ اس لیے ولی کہتے ہیں میرے لیے وہ عقیق کی کان بھی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ اس لیے مجھے صرف تیرے لعل جیسے لب ہی چاہئیں:

ولی رکھتا ہوں سینے میں ہزاروں گوہر معنی
دکھاؤں اپنے جوہر کوں اگر کوئی جوہری آوے (۵)

ولی کہتے ہیں میرے سمندر جیسے دل میں ہزاروں گوہر یعنی راز دفن ہیں۔ دکھ درد اور اپنے محبوب کے لیے بے انتہا پیار میرے سینے میں چھپا ہے۔ اگلے مصرع میں کہتے ہیں کہ اگر ان جوہروں کو سمجھنے والا جوہری یعنی ان دکھوں کا مداوا کرنے والا آئے تو اس کے سامنے میں اپنا دل کھول کے رکھوں، سارے راز اپنے محبوب کو دکھاؤں:

گوہر اس کی نظر میں جانہ کرے
جن نے دیکھا ہے آب و تابِ سخن (۶)

اس خوبصورت شعر میں ولی کہتے ہیں کہ جس شخص نے میرے محبوب کے گفتار بیان کو دیکھ لیا بولنے کی آب و تاب دیکھ لی پھر اس کی آنکھ میں گوہر بھی نہیں بھاتا:

ولی تو بحرِ معنی کا ہے غوّاص
ہر ایک مصرع ترا موتیوں کی لڑی ہے (۷)

اس خوبصورت شعر میں ولی شاعرانہ تعلی سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ولی تو الفاظ کے معنی کے سمندر کا غوطہ خور ہے، اس کا تیر اک ہے۔ اس لیے تیرے اشعار یا مصرعے موتیوں کی لڑی کی طرح خوبصورت ہوتے ہیں۔ شاعر اپنی تعریف کرتے ہیں کہ میں الفاظ کا علم رکھتا ہوں اس لیے میرے اشعار موتیوں کی لڑی کی طرح حسین ہیں۔

میر تقی میر

میر تقی میر جواہرات پر مختلف اشعار لکھتے ہیں:

لعل و یاقوت ہم زر و گوہر
چاہیے جس قدر میسر تھا (۸)

میر اس شعر میں لعل اور یاقوت اور گوہر کا ذکر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مجھے اپنے محبوب سے جو کچھ بھی جب بھی جیسے بھی چاہیے میسر تھا۔ یعنی محبوب کی وفا کا اظہار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

کب دسترس سے لعل کو تیرے سخن تلک
رسوائیاں گئی ہیں عقیق یمن تلک (۹)

میرؔ اپنے اس خوبصورت شعر میں محبوب کی گفتار، کلام کا ذکر کرتے ہیں کہ میرے محبوب کے بول چال اور گفتگو کو تو لعل بھی نہیں پہنچا۔ یعنی کہ میرا محبوب جب بولتا ہے تو وہ لعل و عقیق سے بھی خوبصورت تر لگتا ہے:

بے تاب و تواں یوں میں کاہے کو تلف ہوتا
یاقوتی تیرے لب کی ملتی تو سنبھل جاتا (۱۰)

میرؔ اس شعر میں لکھتے ہیں کہ اگر مجھے تیرے یاقوت ہونٹوں سے یاقوتی ملتی تو میں یوں بے قرار اور بے چین ہو کر نہیں مرتا:

یاقوت کوئی ان کو کہے ہے کوئی گل برگ
ٹک ہونٹ ہلا تو بھی کہ اک بات ٹھہر جائے (۱۱)

میرؔ اس شعر میں محبوب کے ہونٹوں کا ذکر اور تعریف کرتے ہیں۔ میر کہتے ہیں کہ تیرے ہونٹوں کو کوئی یاقوت قیاس کرتا ہے تو کوئی کہتا ہے نہیں یہ کسی خوبصورت درخت کے پھول اور پتیاں ہیں لیکن جب تک تو خود ہونٹ نہیں ہلائے گا کچھ بولے گا نہیں تو اس کی تصدیق نہیں ہو سکتی کہ یہ کیا ہیں۔ یاقوت ہیں کہ پھول:

گل برگ ہی کچھ تنہا پانی نہیں خجلت سے
جنبش سے ترے لب کی یاقوت بھی تر آیا(۱۲)

اس شعر میں میر محبوب کے ہونٹوں کو یاقوت اور تمام جواہرات سے اعلیٰ تر گردانتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ میر کہتے ہیں کہ تیرے ہونٹوں کی خوبصورتی کے آگے سب کچھ شرمندہ یعنی ماند پڑ جاتا ہے:

دیکھا نہ ہم نے چھوٹ میں یاقوت کی کبھی
تھا جو سماں لبوں کے ترے رنگ پان پر(۱۳)

اس شعر میں میرؔ اپنے محبوب کے ہونٹوں پر لگے ہوئے پان کے رنگ کی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے کبھی وہ رنگ یاقوت یا کسی اور جوہر میں بھی نہیں دیکھا جو خوبصورت رنگ پان کھانے کے بعد اس کی لالی تیرے ہونٹوں پر دیکھی:

چمک یاقوت کی چلتی ہے اتنی دور کاہے کو
اچنبھا ہے نظر بازوں کو ان ہونٹوں کی لالی کا(۱۴)

میر کہتے ہیں کہ یاقوت کی چمک اتنی دور کیوں جاتی ہے اصل میں وہ دیکھنے والوں کی نظر کا دھوکہ ہے حقیقت میں وہ میرے محبوب کے ہونٹوں کی لالی کی چمک ہے لیکن دیکھنے والے اس کو یاقوت کی چمک سمجھتے ہیں:

اس رنگ سے جھمکے ہے پلک پر کہ کہے تو
ٹکڑا ہے مرا اشک عقیق جگری کا(۱۵)

شاعر میر تقی میر اس شعر میں لکھتے ہیں کہ میرے محبوب کا دیا درد اس قدر خوبصورت اور اچھا ہے کہ اس درد کی وجہ سے میں روتا ہوں تو میری پلکوں پر وہ آنسو اس طرح چمکتے ہوئے خوبصورت نظر آتے ہیں کہ تجھے یہ لگے کہ یہ آنسو نہیں ہیں گویا یہ عقیق جگری کا ایک ٹکڑا میری آنکھوں کی پلک پر لرز رہا ہے:

ہر اشک مرا ہے دُرِ شہوار سے بہتر
ہر لختِ جگر رشکِ عقیقِ یمنی ہے(۱۶)

یہ شعر ایک اعلیٰ درجے کا تشبیہی اور استعاراتی اندازِ بیان رکھتا ہے، جس میں شاعر نے اپنے درد، آنسو اور دل کے ٹکڑوں کو قیمتی جواہرات سے بہتر قرار دیا ہے:

بس اے میر مژگاں سے پونچھ آنسوؤں کو
تو کب تک یہ موتی پروتا رہے گا(۱۷)

یہ شعر مقطع ہے۔ اس میں شاعر خود سے مخاطب ہے کہ میر اب بس کر و اور اپنی پلکوں سے آنسوؤں کو صاف کر و اور ان کو اچھی طرح پونچھ کر خود کو تازگی بخشو تو کب تک ایسے ہی اس کی یاد میں رو کر موتی پر وتا رہے گا۔ اس شعر میں قیمتی جوہر موتی یعنی لعل کا ذکر ہوا ہے۔ میر اپنے محبوب کے غم میں رونے کی وجہ سے نکلنے والے آنسوؤں کو موتی پر ونا کہتے ہیں:

مرزا اسد اللہ خان غالبؔ

مرزا اسد اللہ خان غالبؔ اردو ادب کے ایک عظیم شاعر ہیں۔ دیگر شعراء کی طرح انہوں نے بھی جواہرات اور نگینوں کو اپنی شاعری کا حصہ بنایا۔ انہوں نے نگینوں اور جواہرات کو بہت فنکاری کے ساتھ اپنے کلام میں استعمال کیا ہے:

کس واسطے عزیز نہیں جانتے مجھے؟
لعل و زمرد و زر و گوہر نہیں ہوں میں (۱۸)

اس شعر میں وہ اپنے محبوب سے شکوہ کرتے ہیں۔ غالب فرماتے ہیں کہ تم کیوں مجھے اہمیت نہیں دیتے؟ کیا میں لعل و زمرد یا گوہر کی طرح خوبصورت اور اچھا نہیں؟ کیا میں ان جیسا نہیں ہوں جو مجھے ان کے جتنی بھی اہمیت نہیں دیتے ہو:

سبزہ خط سے ترا کاکلِ سرکش نہ دبا
یہ زمرد بھی حریفِ دمِ افعی نہ ہوا (۱۹)

غالب زمرد کا ذکر کرتے ہوئے بہت خوبصورت منطق بیان کرتے ہیں کہ سانپ زمرد کو دیکھ کر اندھا ہو جاتا ہے۔ اس شعر میں غالب کا اس کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی میرا سبزہ خط دیکھ کر تیرے زلفوں کے کالے ناگ یعنی نافرمان زلفیں مرعوب ہونے کی بجائے پھنکار رہی ہیں تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے زمرد کو دیکھ کر سانپ کو کچھ نہیں ہوا:

سطحِ گردوں پر پڑا تھا رات کو
موتیوں کا ہر طرف زیور کھلا (۲۰)

اس شعر میں شاعر کا اپنے محبوب کی طرف اشارہ ہے۔ کہتے ہیں آسمان کی سطح پر رات کو میں نے پڑا دیکھا۔ جو میرے محبوب نے قیمتی نگینوں یعنی موتیوں سے زیور بنایا تھا۔ جن زیورات میں موتی جڑوا کر میرا محبوب پہنتا تھا رات میں نے وہ آسمان کی سطح پر کھلا پڑا دیکھا:

ناؤ بھر کر ہی پروئے گئے ہوں گے موتی
ورنہ کیوں لائے ہیں کشتی میں لگا کر سہرا (۲۱)

موتی چونکہ تراش خراش سے پاک ہوتے ہیں انہیں تراش اور خراش کر استعمال میں نہیں لایا جاتا بلکہ وہ سمندر کی سطح سے سیپ میں سے نکلتے ہیں اس لیے غالب لکھتے ہیں یہ جو کشتی پر سہرا لگا کرلے کر آئے ہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کشتی بھر کر سمندر کی تہہ میں سے موتی نکالے گئے ہوں گے ورنہ اس مقدر میں اتنے نایاب موتی کہاں سے ملتے ہیں۔

غلام ہمدانی مصحفی

مصحفیؔ کی شاعری میں دہلوی اور لکھنوی دبستانوں کی خصوصیات نظر آتی ہیں۔ اردو شاعری کی تاریخ میں ان کی ذات کئی طرح سے اہمیت رکھتی ہے اور قابلِ ذکر ہے۔ ان کی شاعری میں جواہرات کا ذکر جابجا ملتا ہے۔ مصحفی اپنی شاعری میں الماس، زمرد اور نورتن کا ذکر بڑی خوب صورتی سے کرتے دکھائی دیتے ہیں:

اشک کا قطرہ مری آنکھوں کی سرخی کے سبب
تھا اگر الماس تو یاقوتِ احمر ہو گیا(۲۲)

اس خوبصورت شعر میں مصحفی الماس اور یاقوت دو قیمتی پتھروں کا بڑی خوبصورتی کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ مصحفی اپنے محبوب سے کہتے ہیں کہ میری آنکھوں میں تیری جدائی کے سبب رو رو کر اس طرح سرخی پھیل گئی ہے یعنی رونے کے سبب آنکھوں میں اس طرح لالی چھا گئی کہ ان آنکھوں میں اگر کوئی قطرہ الماس یعنی ہیرے کی طرح بالکل صاف شفاف تھا تو وہ رو رو کر آنکھوں کی سرخی سے الماس سے یاقوت ہو گیا۔ چونکہ الماس یعنی ہیرا بالکل شفاف آئینے کی مانند ہوتا ہے اور یاقوت بالکل لال رنگ کا یا گہرے سرخ رنگ کا ہوتا ہے اس لیے کہتے ہیں کہ اس سرخی کے سبب وہ الماس آنسو یاقوت ہو گئے:

تو نے اے جرّاح کیوں مرہم لگایا کیا کیا
سودۂ الماس اس زخمِ کہن کا تھا علاج(۲۳)

اس شعر میں مصحفی جراح سے شکوہ کرتے ہیں تو نے میرے اس گھاؤ پر مرہم کیوں لگائی۔ اس کا علاج یہ مرہم نہیں بلکہ سودہ الماس ہے۔ چونکہ الماس کے ریزے یا پسے ہوئے پاؤڈر کے انسان کے اندر جانے یا زخم پر لگانے سے انسان کی موت ہو جاتی ہے۔ وہ کھانے کے لحاظ سے زہریلا ہوتا ہے۔ اس لیے بیان کرتے ہیں کہ میرے زخم کا علاج چورہ الماس تھا کہ میری موت ہو جاتی:

جا پڑی شب جو نظر خوشۂ پرویں کی طرف
یاد آئے تیری پازیب کے الماس ہمیں(۲۴)

خوشہ پرویں دراصل آسمان پر سات ستاروں کے جھرمٹ کو کہا جاتا ہے۔ شاعر لکھتے ہیں کہ رات جب میری نظر سات ستاروں کے جھرمٹ پر پڑی تو وہ مجھے اس قدر حسین لگ رہے تھے اس کو دیکھتے ہی مجھے تیری پاؤں کی پازیب میں جڑے ہوئے ہیروں کی یاد آئی:

پازیبِ زمرّد ہے ترے پاؤں میں کافر
پا باندھ دیا دانۂ انگور کسی نے(۲۵)

زمرد چونکہ سبز رنگ کا ایک قیمتی پتھر ہوتا ہے۔ اس لیے مصحفی اپنے محبوب سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتے ہیں کہ تیرے پاؤں میں زمرد کے قیمتی پتھروں سے بنی ہوئی پازیب ہے جو کافر میرا دل نکال رہی ہے میرا قتل کر رہی ہے کہ زمرد کی طرح کسی نے خوبصورت انگور پرو کر تیرے پاؤں میں ڈال دیے ہیں۔ یعنی اس شعر میں شاعر اپنے محبوب کے پاؤں میں موجود زمرد کی بنی پازیب کا ذکر کرتے ہیں:

جس کو میں ترے دُرِ گوش کا سمجھتا شبیہ
وہی تارا میری آنکھوں سے نہاں ہونے لگا(۲۶)

شاعر کہتے ہیں آسمان پر رات کو جس ستارے کو میں لگا تار دیکھتا رہتا تھا اور وہ میری آنکھوں میں اس طرح بھاتا تھا جیسے تیرے کان میں موتی ہو۔ وہ ستارہ آہستہ آہستہ میری آنکھوں سے اوجھل ہونے لگا۔ یعنی تیری بے وفائی کی وجہ سے تیری صورت بھولنے کے ساتھ ساتھ وہ ستارہ بھی آہستہ آہستہ میری آنکھوں سے دور ہونے لگا:

اس اشکِ خوں سے مجھ کو یہی بحث ہے کہ ہائے
سلکِ گہر میں لعل کو لے کیوں پرو دیا(۲۷)

مصحفی بہت اچھے شاعرِ گوہر ہیں۔ مصحفی اپنی آنکھوں کے آنسوؤں کو سلکِ گوہر یعنی موتیوں کی لڑی کہتے ہیں اور ان میں درد و غم سے نکلا وہ آنسو جسے وہ خون کا آنسو یعنی لعل کہتے ہیں۔

حیدر علی آتش

حیدر علی آتش اردو ادب کے عظیم شاعر ہیں۔ ان کی شاعری میں ہمیں عورت کے بدن اور حُسن کو نکھارنے والے اجزاء کا ذکر بخوبی ملتا ہے۔ ان کا کارنامہ ہے کہ انہوں نے زبان کی صحت اور صفائی پر زور دیا۔ انہوں نے اردو زبان کو خوبصورت، نازک، دلکش اور لطیف بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ آتش کی شاعری میں محاورات کا استعمال بڑی خوبصورتی سے ملتا ہے۔ اس لیے آتش خود بھی کہتے ہیں کہ یہ شاعری کا کام مرصع سازی کا کام ہے۔ آتش کی شاعری میں جواہرات کا ذکر بھی بڑی فراخدلی سے ملتا ہے انہوں نے مرجان، گوہر، لعل، موتی، عقیق، زمرد، الماس اور یاقوت کا ذکر اپنی شاعری میں مختلف معنوں میں کیا ہے:

دستِ محبوب کا مرجاں نے دیا تھا دھوکہ
پنجہ جیسا تھا جو ویسی ہی کلائی ہوتی(۲۸)

اس شعر میں آتش لفظوں کا خوب استعمال کرتے ہیں۔ اس شعر میں آتش نے محبوب کے ہاتھوں کو مرجان سے تشبیہ دی ہے۔ آتش کہتے ہیں مرجان نے میرے محبوب کے ہاتھوں کو دھوکہ دیا۔ مرجان کو دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے میرے محبوب کے ہاتھ ہوں۔ اگلے مصرعے میں کہتے ہیں کہ جس طرح کا ہاتھ کا پنجہ تھا اس طرح ہی اگر میرے محبوب کے ہاتھوں کی کلائی ہوتی:

جگر خون پان کھا کر چکے لعل بدخشاں کا
ملو مہندی جو پھر اجاہے ہو پنجہ مرجان کا(۲۹)

اس شعر میں آتش ایک قیمتی پتھر لعل بدخشاں کا ذکر کرتے ہیں اور ساتھ پنجۂ مرجان یعنی شتر مرغ کا ذکر کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں:

پنجۂ مرجاں بنیں گے تیرے ہاتھ اے بحرِ حسن
بے کیے شوخی، نہیں رہتی حنا برسات کی(۳۰)

شاعر بیان کرتے ہیں کہ اے میرے محبوب تو نے اپنے خوبصورت ہاتھوں پر مہندی لگائی ہے۔ اے حسن کے بادشاہ! اب یہ تیرے ہاتھ شتر مرغ کے ہاتھ بن کر رہیں گے۔ کیونکہ کسی بھی قیمت برسات میں لگائی گئی مہندی شوخی کیے بنا یعنی ہاتھوں پر اپنا خوبصورت رنگ بکھیرے بنا نہیں رہتی۔ یعنی کہ برسات میں لگائی گئی مہندی زیادہ رنگ دیتی ہے اس لیے آتش کہتے ہیں تیرے خوبصورت ہاتھوں پر لگی مہندی اب اپنا گل کھلائے گی تو تیرے ہاتھ پنجہ مرجان بن جائیں گے:

یار سرگرمِ خرامِ ناز، میں محوِ جمال
گوہرِ جانِ گرامی صدقۂ پاپوش ہے(۳۱)

آتش اپنے محبوب کی تعریف میں بہت آگے نکل جاتے ہیں۔ شاعر کہتے ہیں کہ میرا یار یعنی محبوب خوبصورت چال میں مصروف ہے اور ایک دلکش نظارہ دے رہا ہے۔ گوہر ایک قیمتی پتھر میرے محبوب کے پاؤں کی جوتی کے صدقے واری جا رہا ہے:

زلف میں لعلِ لبِ یار کا مشتاق ہے دل
ہند سے کوچ جو کیجئے تو بدخشاں چلیے (۳۲)

اس شعر میں آتش کہتے ہیں کہ میرا دل میرے محبوب کے قیمتی لعل جیسے لبوں کا چاہنے والا ہے۔ اگر میں اپنے گھر یعنی ہندوستان ان لعل لبوں کی تلاش میں نکلوں تو میں بدخشاں چلا جاؤں۔ بدخشاں اس علاقے کا نام ہے جہاں کے لعل مشہور ہیں۔ وہ اپنے محبوب کے علاقے کو بدخشاں کہتے ہیں:

تحریر وصف نگارین یار میں
شنجرف سے ہوا ہے سیاہی کا رنگ سرخ (۳۳)

اس شعر میں آتش محبوب کی خوبصورتی کا ذکر کرتے ہیں:

لعل سے لب در سے دندان کے لیے مضمون باندھا
صرف شاعر تو نہیں آتش مرصع ساز ہے (۳۴)

آتش کے نزدیک شاعری نگینے جڑنے سے کم نہیں ہے۔ ان کے اس حوالے سے کئی اشعار بھی ہیں کہ یہ شاعری مرصع سازی سے کم نہیں ہے۔ اس شعر کا مفہوم بھی اس حوالے سے ہی ہے۔ آتش کہتے ہیں کہ کس طرح قیمتی لعل کو محبوب کے ہونٹ قرار دینا اور محبوب کے دانتوں کی خوبصورتی واضح کرنے کے لیے ان دانتوں کو در سے تشبیہ دے کر ان کے لیے مضمون باندھنا یہ شاعری کم مرصع سازی زیادہ ہے:

لعل لب دونوں تھے اے محبوب لعلِ شب چراغ
دانت تھا جو منہ میں تیرے گوہر یکدانہ تھا (۳۵)

اس خوبصورت شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ نہ صرف تیرے لعل لب رات کو چراغ کی طرح ایک چمکنے والے قیمتی پتھر کی طرح تھے بلکہ ان کے ساتھ موتیوں کی طرح دکھائی دینے والے دانت بھی چمکتے تھے۔ مطلب یہ کہ شاعر اپنے محبوب سے کہتے ہیں تیرے موتی جیسے دانت اور لعل لب دونوں رات کو چراغ کی طرح چمکنے والے قیمتی لعل کی طرح ہیں:

نقش ان کا نہ کسی لعل سے لب پر بیٹھا
میرے منہ میں ہوئے تھے کس لیے دنداں پیدا (۳۶)

اس شعر میں آتش رقم طراز ہیں کہ جو میرے محبوب کے لب، لعل کی طرح لال اور خوبصورت دکھائی دیتے ہیں۔ یہ لعل کا نقشہ ان ہونٹوں نے کسی لعل سے حاصل نہیں کیا بلکہ وہ نقش میرا دیا ہوا تھا۔ یعنی وہ نقش میں نے اپنے دانتوں سے تیرے ہونٹوں پر ثبت کیا ہے:

صفا میں تیرے سے چمکے ہوئے بنائے دانت
لبوں کو رنگ ترے لعل سے بھی لال کر دیا (۳۷)

اس خوبصورت شعر میں آتش اپنے یار کے ہونٹوں اور دانتوں کی تعریف کرتے ہیں کہتے ہیں کہ صفائی ستھرائی اور چمک کے لحاظ سے میں نے اپنے دانتوں کو بھی تیری نقل کر کے خوب چمکایا۔ اگلے مصرع میں آتش اپنے محبوب کے ہونٹوں کو لعل کہتے ہیں فرماتے ہیں کہ تیری نقل کر کے میں نے اپنے ہونٹوں کا رنگ تیرے لعل ہونٹوں سے بھی زیادہ سرخ اور لال کر دیا:

آویزہ ترے گوش کا ہو اس امید پر
کیا کیا عقیق کانِ یمن سے نکل گیا(۳۸)

اس شعر میں آتش کہتے ہیں کہ میرے محبوب کے کانوں کا جو آویزہ یعنی کانوں میں پہننے والا بالی نما زیور ہے۔ وہ کانِ یمن سے نکلا ہوا عقیق ہے یعنی عقیقِ یمنی ہے:

زلف کے حلقہ میں الجھا سبزہ گوشِ یار کا
ہو گیا سنگِ زمرد خال چشمِ مار کا(۳۹)

اس شعر میں آتش خود کو زمرد تصور کرتے ہیں۔ آتش بیان کرتے ہیں جس طرح زلف کے گرد کان کے کنارے کا سبزہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا بالکل اسی طرح زمرد یعنی میں تیری آنکھ کے کالے تل کا مارا ختم ہو گیا۔

حیدر علی آتش اردو ادب کے ایک معروف شاعر ہیں۔ انہوں نے اپنے کلام میں محبوب اور محبوب کے سراپا حسن کی بہت تعریف کی ہے۔ انہوں نے محبوب کو اور محبوب کے بدن کے اعضاء کو مختلف قیمتی جواہر کے مثل قرار دیا ہے۔ ان کے کلام میں جگہ جگہ جواہرات کا ذکر ملتا ہے۔

مولانا الطاف حسین حالی

حالی شاعری میں محبوب کے حسن اور سراپا حسن کی تعریف اور تذکرہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان کی شاعری میں جواہرات کا تذکرہ عام ملتا ہے۔ ان کا شعر ہے:

وہ دن گئے کہ موتی مشہور تھے عدن کے
ہے کال موتیوں کا اب سربسر عدن میں(۴۰)

اس خوبصورت شعر میں حالی کہتے ہیں کہ ایک وقت تھا کہ جنت کے موتی ہر جگہ پر مشہور تھے۔ لیکن اب ہر جگہ موتیوں کا کال یعنی کمی نظر آتی ہے۔ جیسے جیسے دنیا میں جدت آرہی ہے لوگ گناہوں کی طرف مبذول ہونے لگے ہیں ویسے ویسے اب جنت کے موتیوں میں کمی ہو گئی ہے:

روتی تو آٹھ آٹھ آنسو اور پسیجا دل نہ ایک
نکلے موتی تیرے سب اے چشم گوہر ہیچ(۴۱)

حالی اپنے محبوب کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کی محبت فقط بناوٹی تھی کیونکہ جب وہ روتی تھی تو اس کی آنکھوں سے لگاتار بہت سارے آنسو نکلتے تھے اور رو کر آنسو بہاتی تھی لیکن اس کا دل پھر بھی میری طرف مائل نہ ہوا۔ اس لیے جتنے بھی تیری آنکھ سے آنسو نکلتے تھے وہ سب کے سب بناوٹی تھے:

آئیں پئیں وہ شوق سے جو اہلِ ظرف ہوں
ساقی بھرے کھڑا ہے مئے لعل سے ایاغ(۴۲)

حالی کا یہ شعر اپنے اندر بہت سے معنی خیز ہے۔ ظاہراً تو شاعر اس شعر میں کہتے ہیں کہ جو لوگ ظرف رکھتے ہیں وہ آئیں اور شوق سے پئیں کیونکہ محبوب سامنے لعل کی شراب کے پیالے بھرے کھڑا ہے۔ لیکن یہاں ساقی سے مراد اللہ تعالیٰ ہے یعنی حالی کہتے ہیں کہ جنھوں نے نفس پر قابو پایا جو نعمتوں کو سمیٹنے والا ہے وہ اس دنیا میں آئے یعنی اس کو دنیا میں بھیجا گیا ہے اور دنیا میں اس کے لیے مئے لعل یعنی طرح طرح کی نعمتیں پیدا کی گئی ہیں۔ انسان اس دنیا میں آئے اور ان نعمتوں سے مستفید ہو:

کرے گا کیا تیرا کحل الجواہرات کمال
نہیں یہ آنکھ ہی دیدارِ یار کے لائق (۴۳)

کحل الجواہر وہ سرمہ ہوتا ہے جس کے اندر مروارید اور دوسرے جواہر ڈال کر بنایا جاتا ہے۔ یہ بہت مفید کحل ہوتا ہے۔ اس سے انسان کی آنکھوں کی بصارت تیز ہوتی ہے اور یہ آنکھوں کے دیگر مسائل کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ حالی طبیب کو کہہ رہے ہیں کہ تو جتنا مرضی بھی سرمہ میری آنکھوں میں ڈال دے جتنی مرضی میری نظر تیز کردے تیرا یہ جواہرات سے بنا ہوا سرمہ کوئی کمال نہیں کرے گا کیونکہ میری آنکھ ہی میرے محبوب کو دیکھنے کے قابل نہیں ہیں۔ کہاں میرے محبوب کی وہ کمال ہستی اور کہاں میں ناچیز ہوں۔

غرض یہ کہ تمام شعراء نے عورتوں میں یا اپنے محبوب میں جواہرات کے استعمال اور جواہرات کے مختلف خواص کی افادیت طاقت اور خوبصورتی کو اجاگر کرنے کے لیے جواہرات کو بطور استعارہ استعمال کیا ہے۔ کہیں شعراء محبوب کے بدن، محبوب کے سراپا کے مختلف حصوں کو قیمتی جواہرات سے جوڑتے ہیں۔ کسی شاعر کے پاس محبوب کے لب لعل تو کہیں چہرہ یاقوت ہے۔ کسی نے ایک محبوب کی چال کو زمرد کیا ہے تو کسی نے دانتوں کو موتی قرار دیا ہے۔ تاہم کلاسیکی اردو غزل میں اپنے محبوب کے بدن کی خوبصورتی بیان کرنے کے لیے جواہرات کا استعارہ بہت عمدگی اور فراخ دلی سے استعمال ہوا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ http:\\www.wikipedia.سنگِ جوہر.com
۲۔ محمد الیاس عادل، پتھروں کا انسائیکلوپیڈیا، آر آر پرنٹرز، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص:۹
۳۔ ولی محمد ولی، کلیاتِ ولی، سینٹرل لائبریری آف الہ آباد یونیورسٹی، الہ آباد، ۱۹۸۲ء، ص:۱۸۳
۴۔ ایضاً، ص:۱۶۴
۵۔ ایضاً، ص:۲۷۵
۶۔ ایضاً، ص:۱۹۲
۷۔ ایضاً، ص:۳۰۸
۸۔ میر تقی میر، کلیاتِ میر (دیوانِ اوّل)، ہند (دہلی)، انجمن ترقی اُردو، منشی نول کشور، ۱۹۴۱ء، ص:۴۳
۹۔ ایضاً، ص:۸۴
۱۰۔ ایضاً، ص:۱۰
۱۱۔ ایضاً، ص:۱۸۱
۱۲۔ ایضاً، ص:۲۲۶
۱۳۔ ایضاً، ص:۲۶۶

۱۴۔ ایضاً، (دیوان ششم)، ص:۶۳۴
۱۵۔ ایضاً، (اوّل)، ص:۶
۱۶۔ ایضاً، ص:۱۶
۱۷۔ ایضاً، (دیوان اوّل)، ص:۴۸
۱۸۔ مرزا اسد اللہ خان غالب، دیوانِ غالب (تحقیق و ترتیب)، یوسف مثالی، مشتاق بک کارنر، لاہور، ص:۱۷۷
۱۹۔ ایضاً، ص:۳۵
۲۰۔ ایضاً، ص:۳۷۷
۲۱۔ ایضاً، ص:۳۹۵
۲۲۔ مصحفی ہمدانی، کلیاتِ مصحفی (جلد اوّل)، مرتبہ: ڈاکٹر نور الحسن نقوی، مجلس اشاعت ادب، دہلی، ۱۹۶۷ء، ص:۳۹
۲۳۔ ایضاً، دیوان اوّل، ص:۱۵۹
۲۴۔ ایضاً، دیوان پنجم، ص:۱۷۴
۲۵۔ ایضاً، دیوان چہارم، ص:۴۰۲
۲۶۔ ایضاً، دیوان ششم، ص:۴۲
۲۷۔ ایضاً، دیوان اوّل، ص:۱۰۲
۲۸۔ حیدر علی آتش، کلیاتِ آتش، منشی نول کشور، ۱۹۲۹ لکھنو، ص:۲۴۳
۲۹۔ ایضاً، ص:۶۸
۳۰۔ ایضاً، ص:۳۱۷
۳۱۔ ایضاً، ص:۲۵۴
۳۲۔ ایضاً، ص:۲۴۷
۳۳۔ ایضاً، ص:۱۱۴
۳۴۔ ایضاً، ص:۲۸۸
۳۵۔ ایضاً، ص:۷۰
۳۶۔ ایضاً، ص:۴۸
۳۷۔ ایضاً، ص:۳۴۱
۳۸۔ ایضاً، ص:۹
۳۹۔ ایضاً، ص:۲۵
۴۰۔ الطاف حسین حالی، کلیاتِ حالی، جدید کتاب گھر بلی ماراں، دہلی، ۱۹۶۰ء، ص:۹۱
۴۱۔ ایضاً، ص:۶۶
۴۲۔ ایضاً، ص:۸۰
۴۳۔ ایضاً، ص:۸

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havalajat

1.Sang-e-Johar, www.wikipedia.com
2.Muhammad Ilyas Adil, Pathron ka Encyclopedia, Lahore: RR Printers, 2012, P. 9
3.Wali Muhammad Wali, Kulliyat-e-Wali, Allahabad: Central Library of Allahabad University, 1982, P. 183
4.Ibid, P.164
5.Ibid, P.275
6.Ibid, P.192
7.Ibid, P.308
8.Mir Taqi Mir, Kulliyat-e-Mir (Diwan-e-Awwal), Hind (Dilli): Anjuman Taraqqi Urdu, Munshi Naval Kishore, 1941, P.43
9. Ibid, P.84
10. Ibid, P.10
11. Ibid, P.181
12. Ibid, P. 226
13. Ibid, P. 226
14. Ibid, (Diwan Shashum), P.634
15. Ibid, (Awwal), P.6
16. Ibid, P.16
17. Ibid (Diwan-e-Awwal), P.48
18. Mirza Asadullah Khan Ghalib, Diwan-e-Ghalib (Tehqeeq o Tarteeb), Yousuf Misali, Lahore: Mushtaq Book Corner, P. 177
19.Ibid, P.35
20.Ibid, P.377
21.Ibid, P.395
22.Mushafi Hamdani, Kulliyat-e-Mushafi (Jild Awwal), murattib: Dr. Noorul Hasan Naqvi, Dilli: Majlis Ishaat Adab, 1967, P. 39
23.Ibid, Diwan-e-Awwal, P.159
24.Ibid, Diwan-e-Panjam, P.174
25.Ibid, Diwan-e-Chaharam, P. 402
26.Ibid, Diwan-e-Shisham, P. 42
27.Ibid, Diwan-e-Awwal, P.102
28.Haider Ali Aatish, Kulliyat-e-Aatish, Lucknow: Munshi Naval Kishore, 1929, P. 243
29.Ibid, P. 68
30.Ibid, P. 317
31.Ibid, P. 254
32.Ibid, P. 247
33.Ibid, P. 114
34.Ibid, P.288
35.Ibid, P.70
36.Ibid, P.48
37.Ibid, P.341
38.Ibid, P.9
39.Ibid, P.25
40.Altaf Hussain Hali, Kulliyat-e-Hali, Dilli: Jadeed Kitab Ghar Billi Maran, 1960, P.91
41.Ibid, P.66
42.Ibid, P.80
43.Ibid, P.8